مصنّف

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

مسلم کتابوی لاہور

فیصلہ ہفت مسئلہ

اِن سات مسائل سے اختلاف رکھنے والے اگر غور وانصاف سے اس کتاب کو پڑھیں گے تو امید واثق ہے کہ ان کا دِل ان کی غلط روی پر انہیں تنبیہہ کرے گا اور وہ حق کی طرف واپس آئیں گے۔

مفتی محمد خلیل برکاتی علیہ الرحمۃ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

مسلم کتابوی ⊙ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما
نحن عباد محمد صلی علیہ وسلما

کتاب	فیصلہ ہفت مسئلہ
مصنف	حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ
بار اشاعت	اوّل محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مئی ۱۹۹۹ء
صفحات	۴۰
طابع	اشتیاق پرنٹرز لاہور
ناشر	مسلم کتابوی لاہور
قیمت	۱۵/- روپے

ملنے کا پتا

مسلم کتابوی ○ دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ لاہور
فون نمبر ۷۲۲۵۶۰۵

فہرست

عنوانات

نعت شریف

ذرا چہرے سے پردے کو اٹھاؤ یا رسول اللہ
مجھے دیدار تک اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ

شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بیکساں ہو تم
تمہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ

لگے گا جوش کھانے خود بخود دریائے بخشائش
کہ حرف شفاعت لب پہ لاؤ یا رسول اللہ

اگرچہ نیک ہوں یا بد تمہارا ہو چکا ہوں میں
تم اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یا رسول اللہ

جہاز امّت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
تم اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

پھنسا ہے بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر
میری کشتی کنارے پہ لگاؤ یا رسول اللہ

مولانا شاہ امداد اللہ صاحب از کلیات

مصنّف کتاب ھذا

حضرت امداد حسین علیہ الرحمۃ جو علمی دنیا میں حضرت امداد اللہ مہاجر مکّی علیہ الرحمۃ کے لقب سے جانے پہچانے جاتے ہیں، ۲۲ صفر المظفر ۱۲۳۳ھ (مطابق ۱۸۱۷ء) کو ہندوستان کے ضلع سہارنپور کے ایک نانوتہ نامی قصبہ میں پیدا ہوئے سات سال کی عمر میں والدہ ماجدہ انتقال کر گئیں۔ چونکہ والدہ کی وصیّت تھی کہ بچہ کو لاڈ و پیار سے رکھا جائے اور کسی معاملہ میں اس کو ہاتھ وغیرہ نہ لگایا جائے اس لیے ابتداً دینی تعلیم کی طرف بھی کوئی باقاعدہ توجہ نہ دی جا سکی۔ مشیت الٰہی میں چونکہ آپ کے وسیلہ سے لوگوں کی اصلاح مقصود تھی اس لیے آپ نے اپنے ذاتی شوق کے باعث قرآن مجید حفظ کرنا شروع کر دیا دوران حفظ بعض موانع ایسے پیش آئے کہ اپنے گاؤں میں اس کی تکمیل نہ ہو سکی بہر حال مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران اس کی تکمیل ہو گئی۔

سولہ سال کی عمر میں دہلی تشریف لے آئے یہاں پر اساتذہ وقت سے چند مختصرات فارسی اور صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی۔ بعدہٗ حضرت شیخ عبد الحق محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ کی تکمیل الایمان کی قرأت اخذ فرمائی۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مولانا نصیر الدین حنفی نقشبندی مجددی

دہلوی کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور سلسلۂ چشتیہ میں
حضرت میانجیو صاحب چشتی علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئے۔ ایک
طویل عرصہ تک پیر و مرشد کی صحبت میں رہے اور طریقہ چشتیہ صابریہ
میں خرقہ و خلافت و اجازتِ خاصہ سے نوازے گئے۔

۱۲۶۰ھ میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں
زیارت ہوئی۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
"تم ہمارے پاس آؤ"۔ اس کے بعد دل میں درِ حبیب کی حاضری
کا شوق اس قدر بڑھ گیا کہ بغیر کسی ساز و سامان اور زادِ راہ کے
مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔ دورانِ سفر ایک گاؤں میں قیام
کیا۔ اس دوران بھائیوں نے زادِ راہ پہنچایا جس کو بخوشی قبول
کر لیا اور اپنے سفر مقدس پر روانہ ہوئے یہاں تک کہ ۱۲۶۱ھ
کو بذریعہ جہاز مکہ مکرمہ پہنچے۔ مکہ معظمہ میں حضرت مولانا
محمد اسحاق محدث حنفی دہلوی ثم مالکی اور حضرت عارف باللہ
سیّد قدرت اللہ حنفی بنارسی ثم مالکی سے مستفیض ہوئے۔
دونوں حضرات اپنے وقت میں بڑے صاحبِ کشف و کرامت
بزرگ مشہور تھے۔

چونکہ مقصودِ سفر، حاضریٔ بارگاہِ رسالت تھی۔ اس لیے
دونوں مذکورہ بزرگوں نے اپنے چند بدوی مریدین کی ڈیوٹی
لگائی کہ حضرت کو بحفاظت تمام مدینہ منورہ لے جاؤ اور انہیں
متنبہ کیا کہ دورانِ سفر انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔
مدینہ منورہ پہنچ کر بارگاہِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

میں ہدیۂ صلوٰۃ و سلام پیش کیا اور دل میں خیال آیا اگر کوئی عارف
کامل میری طلب کے بغیر درود تُنجّینا پڑھنے کی اجازت دے تو
بہت بہتر ہو۔ چنانچہ اللہ کا کرنا ایسا ہی ہوا، حضرت مولانا شاہ
گل محمد خان صاحب رحمہ اللہ جو کہ عرصۂ تیس سال سے روضہ
شریف پر مجاور تھے، ملاقات کی اور دیگر کئی فوائد کے علاوہ
حضرت خان صاحب موصوف نے بغیر طلب کے درودِ تُنجّینا کے
وِرد کی اجازت دی اور فرمایا کہ ہر روز اگر ممکن ہو ایک ہزار بار،
ورنہ تین سو ساٹھ بار پڑھا کرو اور اگر وقت کی کمی ہو تو اکتالیس
بار تو ضرور پڑھا کرو لیکن ناغہ نہ ہونے دیا کرو کیونکہ اس درود
پاک کے بہت فوائد ہیں۔

حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ بڑے صاحبِ کرامت بزرگ
تھے معمولاتِ اہلِ سنّت، اور درود تُنجّینا کے بڑے عامل تھے۔ دینی و
دنیوی کاموں کی بہتری اور ترقی کے لیے اپنے مریدوں سے درج
ذیل عملیات کی بڑی پابندی کرواتے فرماتے "کوئی مہم (مشکل)
پیش آئے تو سورۂ یٰسین پڑھیں اور ہر مبین پر پہنچ کر سات بار سورۂ
فاتحہ مع تسمیہ پڑھیں اور اول و آخر سورہ کے درود شریف پڑھیں۔
درود شریف مثل صندوق کے ہے کہ اپنے اندر لپیٹ کر (وظیفہ
و دُعا کو) لے جاتا ہے۔

امداد المشتاق میں ایک جگہ پر حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کا اپنا
واقعہ لکھا ہے کہ جب اوّل اوّل مکہ مکرمہ آیا فقر و فاقہ کی یہاں
تک نوبت پہنچی کہ نو روز تک بجز زمزم شریف کے کچھ نہ ملا۔ تین

چار دن کے بعد بعض احباب سے قرض مانگا۔ انہوں نے باوجود
وسعت انکار کیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ امتحان ہے پس عہد کر لیا کہ اب
قرض بھی نہ لوں گا، اور ضُعف سے یہ حالت تھی کہ نشست و برخاست
دشوار تھی۔ آخر نویں دن حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
عالمِ واقعہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے امداد اللہ! تم کو بہت
تکالیف اٹھانی پڑیں۔ اب تیرے ہاتھوں لاکھوں روپیہ کا خرچ
مقرر کیا جاتا ہے۔ میں نے انکار کیا کہ یہ امانت بہت سخت ہے۔
ارشاد ہوا کہ اچھا تمہاری مرضی مگر اب مایحتاج خرچ تمہیں ملا
کرے گا۔ تب بلامنّت دیگرے مصارف روزمرہ چلتے رہے۔

ایک دوسری جگہ لکھا ہے۔ اس وقت سے خرچ ماہانہ اقل
مرتبہ سو روپیہ ہے۔ خدا اپنے خزانۂ رحمت سے پہنچاتا ہے (امداد المشتاق)

حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کے مکتوبات بنام مکتوبات
امدادیہ کے علاوہ درج ذیل تالیفات مشہور و معروف ہیں ——
غذائے روح، جہاد اکبر، مثنوی تحفۃ العشاق، ضیاء القلوب فارسی،
درد نامہ غمناک، گلزارِ معرفت، رسالہ وحدۃ الوجود اور ارشاد مرشد
(امداد المشتاق)

وصال کے بارے میں امداد المشتاق میں لکھا ہے کہ ایامِ غدر میں
قصہ فساد و الزام بغاوت کے زمانہ میں مکہ معظمہ ہجرت فرما ہوئے
اور کل چوراسی سال تین مہینہ بیس روز گوشہائے عالم دُنیا کو منور
فرما کر بارہ یا تیرہ جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ بروز چہار شنبہ بوقت
اذان صبح اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوئے اور جنّت المعلیٰ و

مقبرہ مکہ معظمہ میں مولوی رحمت اللہ رحمہ اللہ کی قبر سے متصل مدفون ہوئے۔
اسی کتاب مذکورہ کے صفحہ ۲۰۴ پر حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کی ایک
وصیت لکھی ہے کہ بر روایت معتبر معلوم ہوا کہ حضرت نے مرضِ وفات
میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب بن ملّا نواب صاحب کو جو بجائے
خود ایک شیخ ہیں اور حضرت سے ان کو بہت انس تھا، یہ وصیت
فرمائی کہ میں چاہتا ہوں میرے جنازہ کے ساتھ ذکرِ جہر ہو۔ انہوں
نے کہا کہ مناسب نہیں۔ آپ نے حسبِ عادت فرمایا۔ اچھا جیسی
مرضی ہو۔ غرض جب جنازہ لے چلے ایک عرب بولا اُذکرُ اللہ۔
سب ہمراہیوں نے ذکر جہر شروع کر دیا۔

حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کی ایمان افروز باتیں

● اکثر فرماتے، فقیر وہ ہے کہ حنفی المذہب صوفی المشرب ہو
جو کوئی میرے یاروں میں سے اس سے تجاوز کرے گا میرے رابطہ و
واسطہ سے اس کو کچھ حصّہ نہ ملے گا۔

● فرماتے کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سُنا ہے کہ اب وہ زمانہ
آیا ہے کہ آدمی کو ضروری ہے کہ اوّلاً عقائد ضروریہ اہل سنّت و جماعت
یاد کرے......

● اور کسی ایسے درویش سے کہ متبع کتاب و سنّت ہو اور
عقائد صحیح اہل سنّت و جماعت کے رکھتا ہو اور اس کا سلسلہ
متصل ہو اور کچھ دنوں کسی عارف کامل کی خدمت میں زانوئے
ادب بھی تہہ کیا..... طریقۂ ذکرِ خدا کا اخذ کرے۔

● اور مثنوی شریف حضرت مولانا روم قدس سرہ و کیمیائے سعادت
حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ لے کر گوشہ نشینی اختیار کرے . . . .
اور فقیر نے اپنی عادت کر لی ہے کہ سفر و حضر میں کلام اللہ شریف،
دلائل الخیرات و مثنوی معنوی شریف حضرت مولانا کو ضرور پاس رکھتا ہوں۔

● ارشاد فرمایا جائے بزرگاں، زیارت آثار بزرگاں میں برکت
ہوتی ہے۔

● فرمایا، خوشبو لگاتے وقت سب نیتوں سے عمدہ نیت یہ ہے
کہ خدا کی خوشنودی کی نیت کرے، فان اللہ جمیل یحب الجمال۔

● فرمایا، اگر نیت درست ہو تو آدمی آیۂ وھم فی صلوٰتھم
دائمون میں داخل ہو جائے یعنی حضور دائم میسر ہو۔

● فرمایا کہ مولد شریف (میلاد النبی) تمام اہل حرمین کرتے ہیں
اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے۔

فرمایا ؎ یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اس میں زمان عام نہیں ہے بلکہ مخصوص ہے جب لی
مع اللہ وقت میسر ہو۔ وہ وقت مراد ہے۔

● فرمایا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بصیغۂ خطاب
میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے۔ لہ الخلق
والامر۔ عالم امر مقید بجہت و طرف و قرب و بُعد وغیرہ نہیں ہے
پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔

● فرمایا کہ وظائف میں عدد طاق عمدہ ہیں ۹ ہوں یا ۱۱۔

● فرمایا کہ تمام لطائف بالائے عرش ہیں۔ تصور کرنا چاہیے
کہ ان کے حقائق سے فیض حاصل ہوتا ہے۔

● اور فرمایا کہ جو کوئی کچھ مثنوی میں ہے اس کی تعلیم روحانی
مجھ کو مولانا روم نے فرمائی ہے۔

● فرمایا کہ اویسیہ وہ گروہ ہے کہ کسی بزرگ کی رُوح سے
فیض یاب ہوا۔ جیسے حضرت اُویس قرنی، زیارتِ جنابِ رسالتمآب
(صلی اللہ علیہ وسلم) سے معذور رہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے فیض یاب ہوئے اسی مناسبت سے اُویسیہ اُویس سے
منسوب کیا گیا جیسا حضرت حافظ روحانیت میں حضرت علی
رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابوالحسن خرقانی روحانیت میں
حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ سے کہ سو سال بعد حضرت کے
پیدا ہوئے تھے، فیض یاب ہوئے اور بیعت عثمانی بھی اسی نوع
سے کہ جنگِ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ کی غیبت میں بیعت لی اور یہی توجیہہ مشائخ کی کہ مرید
کی بیعت غیبت میں کرتے ہیں۔

● فرمایا کہ قلندریہ وہ گروہ ہے کہ روشِ ملامت اختیار کر
لی ہے۔ اور اس زمانہ میں قلندر اس کو کہتے ہیں کہ مخترعات و مہملات
فرضی کا جواب ان کو دے سکے البتہ اُن میں بھی بعض کامل و نیک
ہوتے ہیں۔

● فرمایا صورت نیکوں کی اختیار کرنا چاہیے سیرت اللہ تعالیٰ
درست کر دے گا کیونکہ وہ واہب و فیاض ہے۔

● دریافت کیا گیا کہ ساحرانِ موسیٰ علیہ السلام مشرف بہ ایمان ہوئے اور فرعونیان کافر رہے اس کی کیا وجہ تھی، فرمایا کہ ساحروں نے صورت موسوی اختیار کی تھی اس کے طفیل میں وہ نیک ہوئے۔

● فرمایا کہ کوئی جگہ اولیاء اللہ سے خالی نہیں ہے۔۔۔۔ اور جب اولیاء اللہ باقی نہ رہیں گے قیامت واقع ہو گی۔ اولیاء اللہ دعائمِ عالم کے ہیں یعنی ستون۔

● فرمایا کہ صوفیاء نے اذکار اس لیے مقرر کیے ہیں کہ انسان صفاتِ بشریہ سے نکل کر متصف بصفاتِ اللہ ہو جائے۔ پس کوشش کرنی چاہیے۔

● فرمایا اذکار و اشغال کے لیے استعمال مغزیات و مرکبات ضرور رکھنا چاہیے۔۔۔۔۔ بدون مرکبات کے دماغ میں یبوست آ جاتی ہے اور دیوانگی و جنون عارض ہو جاتا ہے اور شیخ کو حکیم ہونا چاہیے تاکہ طالب کے علاج میں نشیب و فراز پر نظر رکھے۔ حرارت (نار) کہ لطیف ہے ظاہر نہیں ہوتی جب تک کہ کثیف میں نہ مل جائے جیسے چراغ کہ بدون تیل و فتیلہ روشن نہیں ہوتا ـــ اسی طرح قلب و جسم کو کہ عناصر سے مرکب ہے قیاس کرنا چاہیے

● فرمایا، لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں، دریافت غیبات کا ان کو ہوتا ہے۔

● فرمایا کہ غیر مقلدین انکارِ تقلید کرتے ہیں۔ یُؤمِنُونَ بِالغَیبِ میں (صاف اشارہ بلکہ تصریح) تقلید موجود ہے۔ حنفی شافعی کو

تقلید سے منع کرتے ہیں اور اپنی تقلید کا حکم کرتے ہیں کیونکہ ان کا یہ کہنا کہ تقلید کوئی چیز نہیں ہے ہم تقلید نہیں کرتے تم بھی نہ کرو، مستلزم اس کا ہے کہ ہمارے طریقہ پر چلو اور ہماری پیروی اختیار کرو پس اس میں بھی حکمِ تقلید کرتے ہیں۔

● جب مثنوی شریف ختم ہو گئی تو بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اسی پر مولانا (روم) کی نیاز بھی کی جاوے گی۔ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنیٰ ہیں ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسرے کے واسطے نہیں ہے بلکہ ناجائز و شرک ہے اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب، خدا کے بندوں کو پہنچانا، یہ جائز ہے۔ لوگ انکار کرتے ہیں اس میں کیا خرابی ہے۔ اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے۔ ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے جیسا قیامِ مولد شریف۔ اگر بوجہ آئے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے۔ جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر سردار عالم و عالمیان (روحی فداہ) کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔

● فرمایا کہ حنبلی کے نزدیک جمعرات کے دن کتاب احیاء تبرکاً ہوتی تھی۔ جب ختم ہوئی تبرکاً دودھ لایا گیا اور بعد دعا کے کچھ حالات مصنف کے بیان کئے گئے۔ طریق نذر و نیاز قدیم زمانہ سے

جاری ہے اس زمانہ میں لوگ انکار کرتے ہیں۔

● فرمایا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصل بحق ہیں، عباداللہ کو عبادالرسول کہہ سکتے ہیں۔

● فرمایا کہ اوتاد جمع وتد کی ہے۔ بمعنی میخ چونکہ ان کی بدولت آفات و زلزلات سے حفاظت رہتی ہے لہذا اوتاد کہتے ہیں اور ابدال کہ سات ہیں اور ہر اقلیم میں مقرر ہیں۔ جب ایک ان میں فوت ہوتا ہے دوسرا قائم کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کو ابدال کہتے ہیں۔ میں نے دہلی میں ایک ابدال کو دیکھا تھا۔ ایک آن واحد میں مختلف مقامات پر دیکھا جاتا تھا۔

● فرمایا کہ میرے حضرت یعنی میاجیو صاحب باوجود اخفائے احوال کے ایسا تصرف قوی رکھتے تھے کہ جس سے عقل حیران ہو جاتی تھی۔ حافظ محمود صاحب داماد مولانا مولوی مملوک علی صاحب ایک مرتبہ حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں بعد بیعت کے حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مجھے تصورِ شیخ کی اجازت دیجیئے تاکہ تصورِ شیخ کیا کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب محبّت و عقیدت غلبہ کرتی ہے تب تصوّرِ شیخ کون کرتا ہے۔ غلبۂ محبّت سے تصوّرِ شیخ خود بخود بڑھ جاتا ہے۔ حضرت کے فرمانے سے ایسا تصوّرِ شیخ اُن پر غالب ہوا کہ ہر جگہ صورت شیخ کی نظر آتی تھی۔ چلتے چلتے حیران ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے کہ صورت شیخ کی سامنے کھڑی ہے۔ جہاں قدم رکھتے ہیں وہاں بھی صورتِ شیخ موجود ہے۔ نماز میں سجدہ کی جگہ صورتِ شیخ دیکھ کر نماز کی نیّت توڑ دیتے تھے۔ حضرت سے عرض

کیا کہ اب تو نماز پڑھنی مشکل ہو گئی ہے۔ کس کی نماز پڑھیں حضرت کی ادنیٰ توجہ سے جیسے یہ حالت پیدا ہوئی تھی، جاتی رہی اور دوسری حالت ہو گئی۔

● فرمایا، حضرت جنید بغدادی بیٹھے تھے ایک کُتّا سامنے سے گذرا۔ آپ کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔ اس قدر صاحب کمال ہو گیا کہ شہر کے کُتّے اس کے پیچھے دوڑے۔ وہ ایک جگہ بیٹھ گیا۔ سب کتوّں نے اس کے گرد حلقہ باندھ کر مراقبہ کیا۔

● اپنے شیخ کے حق میں ایسا اعتقاد رکھنا چاہیے کہ اس سے بہتر میری کوشش سے ہاتھ نہ آوے گا۔

● فرمایا کہ ایک دفعہ میرے حضرت (پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب) بعد نماز جمعہ وصیّت کرنے لگے ...... (فرمایا) میرا ارادہ تھا کہ تم سے مجاہدہ و ریاضت لوں گا۔ مشیتِ باری سے چارہ نہیں ہے۔ عمر نے وفا نہ کی۔ جب حضرت نے یہ کلمہ فرمایا۔ میں پٹی (میانہ کی) پکڑ کر رونے لگا۔ حضرت نے تشفی دی اور فرمایا کہ فقیر مرتا نہیں ہے صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہو گا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا تھا فرمایا (حضرت حاجی صاحب نے) کہ میں نے حضرت (پیر و مرشد) کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اُٹھایا جو حالتِ حیات میں اُٹھایا تھا۔

مرتّب
فاروق مصطفوی

حضرت حاجی صاحب کی اپنے پیر و مرشد کی شان میں ایک مخمس

تم ہو اے نورِ محمد، خاص محبوبِ خدا
ہند میں ہو نائبِ حضرت محمد مصطفٰےؐ
تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا
عشق کی برسن کے باتیں کانپتے ہیں دست و پا
اے شہ نورِ محمد وقت ہے امداد کا

جامِ الفت سے ترے میں ہی نہیں اک جرعہ نوش
سینکڑوں در پر ترے مدہوش ہیں اے مے فروش
دل میں ہے انکے بھرا اک بادۂ وحدت کا جوش
پر یہی کہکر اُٹھے ہیں جب ہے آیا اُن کو ہوش
اے شہ نورِ محمد وقت ہے امداد کا

آسرا دُنیا میں ہے ازبس تمہاری ذات کا
تم سوا اوروں سے ہرگز نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جسوقت قاضی ہو خدا
آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شہ نورِ محمد وقت ہے امداد کا

نوٹ: اس کتاب کے تمام حوالہ جات امداد المشتاق (مصنفہ اشرف علی تھانوی) سے لیے گئے ہیں جو ۱۹۲۹ء میں تھانہ بھون (انڈیا) سے شائع ہوئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ العلی المنعام ـــــــ والصلوٰۃ
والسلام علی سید الانبیاء الکرام
ـــــــ وعلی آلہ و صحبہ الکبرۃ الفخام

ابتدائیہ

کتاب ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ کیوں لکھی گئی

وقت کا اہم تر تقاضا اور زمانہ کا بہترین مُقتضیٰ یہی تھا کہ اُمّتِ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم، جسے قرآنِ عزیز کے الفاظ میں خیرِ اُمّت اور آمرین بالمعروف ناہین المنکر کے اوصاف سے تعبیر کیا گیا ہے۔ درحقیقت طول و عرض دیارِ اسلام میں اپنے اس ارتقائی منصب پر قائم رہی اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ کا نغمہ پرور ترانہ دلوں کو مسرور اور آنکھوں کو منوّر و مجلّی کرتا رہتا مگر اس جنّتِ ارضی کو جحیم بنانے کی منصوبہ بندی ہونے لگی اور شیطانی سیاست ربانی مسلک سے برسرِ پیکار ہو گئی اور زمین ہند میں مسلم بحیثیت مسلم غیروں کے لئے ایک رِستا ہوا ناسُور بن گیا۔ مولیٰ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس ذلت و رسوائی اور پیارے رسول علیہ السلام کو ماننے والی اس خیرِ اُمّت پر رحم فرمایا اور کفّار و مشرکین کے پیہم حملوں سے محفوظ رکھنے کا ارادہ فرمایا اور خاص اتحاد بین المسلمین کے لئے ملّت کا ایک انوکھا فرد سیاسیات میں قائدِ اعظم بنا کر مسلمانوں کو عظیم تباہی سے بچایا۔ ضرورت ہے کہ جس طرح بانیٔ پاکستان نے ایمان، اتحاد، تنظیم کی دعوت دے کر باہم رواداری و اتحاد کا ایک خاص سبب مہیّا فرمایا، کیا ہی اچھا ہوتا کہ مسلمان

باہم بحیثیت عقائد بھی متحد و متفق ہو جائیں۔

ہم آج آپ کے سامنے وجوہِ اختلاف کے ساتھ ساتھ تمام اکابر
وغیرہم (جو کسی بھی حیثیت سے اپنے کو حنفی کہتے ہیں) کو دعوت عام
در خدا و رسول پھر پاکستان کے لئے بفرمان تعالیٰ اِلیٰ کلمۃٍ سواءٍ کی بلاتے
ہیں۔ احناف میں اختلاف کا دروازہ کب اور کس طرح کھلا اس کا اندازہ
اس طرح ہو سکتا ہے کہ اکابر علمائے دیوبند، سہارنپور، بریلی، لکھنؤ و بدایوں
وغیرہم کے درمیان تاریخ شاہد ہے کہ تیرھویں صدی کے آخر تک
کوئی اختلاف، نہ تھا اور ان دونوں مقتدائے عصر حضرت شاہ امداد اللہ
صاحب محدث تھانوی مرجع خلائق تھے کہ نجد سے محمد ابن عبدالوہاب
کی کتاب التوحید ہندوستان پہنچی اور مولوی اسماعیل دہلوی نے اس
خاص مشن پر تقویۃ الایمان لکھ کر چھاپی۔

مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے اجلہ خلفاء مولانا محمد حسین
صاحب الہ آبادی، مولانا احمد حسین صاحب کانپوری، مولوی لطف اللہ
صاحب علیگڑھی، مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری، مولوی محمد قاسم
صاحب نانوتوی، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی اشرف علی
صاحب تھانوی، مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی سب ہی مندرجہ
مسائل فاتحہ و میلاد میں نہ صرف متحد و متفق تھے بلکہ فاضل تھانوی
اپنے قیام جامع العلوم کانپور میں خود قیام و میلاد کرتے اور منکر کے
خلاف شرعی فتاوے شائع فرماتے۔ کتاب تحقیق الحق صـ ۲۶
میں میلادِ رسول کو جنم کنہیا کہنے والے کے پیچھے نماز نادرست لکھی ہے
اور دیگر تصانیفِ قدیم و جدید میں علمائے دیوبند نے جائز لکھا ہے التصدیقات
وغیرہم صراطِ مستقیم میں خود مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے پہلے عرس، فاتحہ،
گیارہویں وغیرہم جائز لکھا ہے۔ صـ ۶۳ سے صـ ۱۲۲ تک، دیکھئے مطبع ضیائی

کی چھپی ہوئی وقتِ ضرورت پیش کی جا سکتی ہے۔ لیکن برطانوی سیاست
اور شیطانی مکائد اور بیشتر مولوی اسماعیل مذکور کی کتاب تقویۃ الایمان باعثِ
نفاق و شقاق ہوئی اور شاہ صاحب کے مریدوں کے دو گروہ ہو گئے۔
مولوی قاسم صاحب نانوتوی، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی
اشرف علی صاحب تھانوی وغیرہ منکرِ میلاد و فاتحہ اور مولوی لطف اللہ
صاحب، مولوی احمد حسین، مولوی محمد حسین صاحب، مولوی عبدالسمیع صاحب
قائلِ میلاد و فاتحہ۔

شاہ صاحب نے اپنے مریدوں سے یہ اختلاف دور کرنے کے
لئے فیصلہ ہفت مسئلہ تحریر فرمایا جسے اہلِ حق نے بکمال محبت قبول کیا اور
بعض نے باوجودیکہ بحیثیت حکمِ ارشادِ مرشد اختلاف کو قائم رکھا اور
کہہ دیا کہ ہم ان سے شریعت میں بیعت نہیں طریقت میں ہیں حالانکہ یہ
دونوں علیحدہ نہیں۔ ایک ہی ہیں۔ شریعت قالِ رسول، طریقت افعالِ رسول،
حقیقت حالِ رسول، معرفت اسرارِ رسول علیہ السلام ہے۔ اگر علیحدہ ہوں تو
گمراہی ہے۔ اس پر مولوی عبدالسمیع صاحب نے کتاب لکھی انوار ساطعہ
در جواز مولود و فاتحہ۔ مولوی خلیل احمد نے لکھی براہین قاطعہ در ردِ مولود و فاتحہ
اور آپس میں اختلاف ترقی پذیر ہوا۔ اور سرکارِ ابد قرار کی شان میں جملے
اہانت آمیز نکالے گئے جس پر دنیا بھر کے علمائ بگڑ گئے اور عرب و عجم
سے کفر کے فتوے صادر ہو گئے۔ اب ناظرین کے سامنے ہم فیصلہ
ہفت مسئلہ کی نقل مطابق اصل پیش کر کے فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔

کہ مذہبی اور سیاسی تفریق کہاں سے پیدا ہوئی؟

اور کون اس کا ذمہ دار ہے؟

اور اپیل کرتے ہیں کہ سچائی کے ساتھ اس کی اصلاح کی کوشش
کریں، تاہم کہ ارشادِ مرشد کو جان کر سلف کے خلف کہلا کر کامیاب ہوں

اس کے خلاف عمل کرکے ناخلف نہ ہوں اور ذلّت اور رسوائی سے بچیں۔ کچھ اشعار مولانا امداد اللہ صاحب اور مانعین کے پیش کرتے ہیں کہ پہلے دیکھئے کہ ان کے کیسے اچھے خیال تھے۔

اب ناظرین اپنے قلب سے فتویٰ لیں کہ مخالفین کے مسلّمہ پیرو مرشد جن کو انہوں نے شریعت و طریقت کا پیشوا لکھا۔ علاوہ اس کے مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب، مولانا شاہ ولی اللہ صاحب، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب، مولانا شاہ رفیع الدّین جیسے محدّثین بھی میلاد و فاتحہ کے قائل تھے جن کو انہوں نے بھی اپنا امام مانا ہے۔ کیا یہ قرآن و حدیث نہیں جانتے یا ان سے قابلیت میں کم تھے۔ خدا تعالیٰ ہمیں کورانہ تقلید سے بچائے اور صراطِ مستقیم پر چلائے۔ آمین!

ضروری گذارش

زیرِ نظر رسالہ "فیصلہ ہفت مسئلہ" کی اشاعت میں اُس نسخہ کو پیش نظر رکھا گیا ہے جو مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (امیر مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور پاکستان) کی زیرِ سرپرستی ایک طویل عرصہ ہوا، حزب الاحناف کی طرف سے (مطبوعہ پنجاب پریس لاہور) شائع ہوا تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

اَمَّا بَعْدُ! فقیر امداد اللہ الحنفی الچشتی، عموماً سب مسلمانوں کی خدمت میں، خصوصاً جو اس فقیر سے ربط و تعلق (اور سلسلہ بعیت) رکھتے ہیں، عرض رسا ہے کہ یہ امر مسلّمات سے ہے کہ باہمی اتفاق، باعثِ برکات دنیوی و دینی اور نااتفاقی موجبِ مضرتِ دنیوی و دینی ہے اور آج کل بعض مسائلِ فرعیّہ میں ایسا اختلاف واقع ہوا ہے جس سے طرح طرح کے شر و دقتیں پیدا ہو رہی ہیں اور خواص کا وقت اور عوام کا دین ضائع ہو رہا ہے حالانکہ اکثر اُمور میں محض نزاع لفظی[1] ہے اور مقصود متحد۔ چونکہ مسلمانوں کی عموماً اور اپنے تعلق والوں کی خصوصاً یہ حالت دیکھ کر نہایت صدمہ ہوتا ہے اس لئے فقیر کے دل میں یہ آیا کہ مسائل مذکورہ کے متعلق مختصر سا مضمون قلمبند کر کے شائع کر دیا جائے۔ اُمید قوی ہے کہ یہ نزاع و جدال رفع ہو جاوے ہر چند کہ اس وقت میں اختلافات اور مختلفین کثرت سے ہیں مگر فقیر نے اُن ہی مسائل کو لیا جن میں اپنی جماعت کے لوگ مختلف تھے دو[2] وجہ سے۔

اوّل تو کثرت اختلافات اس درجہ پہنچی ہے کہ اس کا احاطہ مشکل ہے۔

دوسرے ہر شخص سے اُمّیدِ قبول نہیں۔

---

[1] الفاظ کے استعمال کا جھگڑا

اور اپنی جماعت میں جو اختلافات ہیں اوّلاً معدود۔ دوسرے اُمّیدِ قبول غالب۔ پس ایسے مسائل جن میں ان صاحبوں میں زیادہ قیل وقال ہے سات ہیں۔ پانچ عملی[1] دو علمی[2]۔ ترتیبِ بیان میں اس کا لحاظ رکھا ہے کہ جن میں سب سے زیادہ گفتگو ہے اُن کو مقدم رکھا جس میں اُس سے کم ہے اس کے بعد علیٰ ہٰذا القیاس اور اپنا مشرب اور ایسے مسائل میں جو عملدرآمد مناسب ہے نیز لکھ دیا۔

حق تعالیٰ سے اُمید ہے کہ یہ تحریر باعثِ رفعِ فسادِ باہمی ہو جاوے۔ اور حضرات بھی اگر اس کو قبول فرما کر منتفع ہوں تو دُعا سے یاد فرمائیں اور کوئی صاحب اس تحریر کے جواب کی فکر نہ کریں کہ مقصود میرا مناظرہ کرنا نہیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

پہلا مسئلہ: مَولُود شریف

اس میں تو کسی کو کلام ہی نہیں کہ نفسِ ذکرِ ولادت شریف حضرت فخرِ آدم، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مُوجبِ خیرات و برکاتِ دُنیوی و اُخروی ہے۔ صرف کلام بعض تعیّنات[3] و تخصیصات[4] و تقیّدات[5] میں ہے۔ جن میں بڑا امر قیام ہے، بعض علما ان اُمور کو منع کرتے ہیں لقولہٖ علیہ السلام کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ اور اکثر علما اجازت دیتے ہیں علیٰ اطلاقِ دلائلِ فضیلۃُ الذکر۔

---

[1] ۱۔ میلاد شریف۔ ۲۔ فاتحہ مروّجہ۔ ۳۔ عرس وسماع۔ ۴۔ ندائے غیر اللہ اور ۵۔ جماعت ثانیہ۔ [2] امکانِ نظیر و امکانِ کذب۔ [3] کوئی خاص وقت یا تاریخ مقرر کرنا۔ [4] کسی کام کے لئے مخصوص طریقہ ایجاد کرنا۔ [5] کسی کام کے لئے مختلف قسم کی پابندیاں لگانا۔

میلاد میں قیام کو بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں

اور اگر ان اُمور کو ضروری بمعنی واجب شرعی نہیں سمجھتا بلکہ ضروری بمعنی مَوقُوف عَلَیہ بعض البرکات جانتا ہے جیسے بعض اعمال میں تخصیص ہوا کرتی ہے کہ ان کی رعایت نہ کرنے سے وہ اثر خاص مرتب نہیں ہوتا۔ مثلاً بعض عمل کھڑے ہو کر پڑھے جاتے ہیں اگر بیٹھ کر پڑھیں وہ اثر خاص نہ ہو گا۔ اس اعتبار سے اس قیام کو ضروری سمجھا جاتا ہے اور دلیل اس توقّف کی مُوجدانِ اعمال کا تجربہ یا کشف والہام ہے۔ اسی طرح کوئی شخص عملِ مَولد کو بہیئت کذائیہ[1] مُوجبِ بعض برکات یا آثار کا اپنے تجربہ سے یا کسی صاحبِ بصیرت کے وُثوق پر سمجھے اور اس معنی کے قیام کو ضروری سمجھے کہ یہ اثر خاص بدُوں قیام[2] نہ ہوگا اس کے بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں اور اعتقاد ایک امر باطن ہے اس کا حال بدُوں دریافت کئے ہوئے یقیناً معلوم نہیں ہو سکتا محض قرائنِ تخمینی[3] سے کسی پر بدگمانی کرنی اچھی نہیں مثلاً بعض لوگ تارکینِ قیام پر مَلامت کرتے ہیں تو ہر چند کہ یہ مَلامت بیجا ہے کیونکہ قیام شرعاً واجب نہیں پھر ملامت کیوں بلکہ اس مَلامت سے شُبہ اِصرار کا پیدا ہوتا ہے جس کی نسبت فقہا نے فرمایا ہے کہ اصرار سے مستحب بھی معصیت ہو جاتا ہے مگر ہر مَلامت سے یہ قیاس کر لینا کہ یہ شخص معتقدِ وُجُوب قیام کا ہے درست نہیں کیونکہ مَلامت کی بہت سی وجہیں ہوتی ہیں کبھی اعتقادِ وُجُوب ہوتا ہے کبھی محض مخالفت رسم و عادات، خواہ عادت دنیوی ہو یا مبنی کسی سبب دینی پر ہو۔ کبھی وجہ مَلامت یہ ہوتی ہے کہ وہ فعل اُس لائم[4] کے زعم میں خواہ زعم صحیح ہو

---

[1] موجودہ شکل کے ساتھ۔ [2] قیام کے بغیر۔ [3] صرف اندازے اور خود ساختہ قیاس سے۔ [4] ملامت کرنے والا۔

اور انصاف یہ ہے کہ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیرِ دین کو دین میں داخل کر لیا جائے کما یظہر من التامّل فی قولہٖ علیہ السّلام مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا ھٰذا ما لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ الحدیث۔ پس ان تخصیصات کو، اگر کوئی شخص عبادت مقصودہ نہیں سمجھتا بلکہ فی نفسہٖ مباح جانتا ہے مگر ان کے اسباب کو عبادت جانتا ہے اور ہیئت مُسبّب کو مَصلحت سمجھتا ہے تو بدعت نہیں۔ مثلاً قیام کو لذاتہا عبادت نہیں اعتقاد کرتا مگر تعظیمِ ذکرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت جانتا ہے اور کسی مَصلحت سے اس کی یہ ہیئت معیّن کر لی اور مثلاً تعظیم ذکر کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے مگر کسی مصلحت سے خاص کر، ذکرِ ولادت کا وقت مقرر کر لیا اور مثلاً ذکرِ ولادت کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے مگر بمصلحت سہولتِ دوام یا اور کسی مصلحت سے ۱۲ ربیع الاوّل مقرر کر لی اور کلام تفصیل مَصالح میں از بس طویل ہے۔ ہر محَل میں جُدا مصلحت ہے۔ رسائلِ موالید میں بعض مَصالح مذکور بھی ہیں۔ اگر تفصیلاً کوئی مطلع نہ ہو تو مصلحت اندیشان پیشین کی اِقتدا ہے اُس کے نزدیک یہ مصلحت کافی ہے ایسی حالت میں تخصیص مذموم نہیں۔ تخصیصاتِ اَشغال و مراقبات و تعیّنات رسوم مدارس و خانقاجات اسی قبیل سے ہیں اور اگر ان تخصیصات کو قُربتِ مقصودہ جانتا ہے مثلاً نماز روزہ کے تو بیشک اُس وقت یہ اُمور بدعت ہیں مثلاً یوں اعتقاد کرتا ہے اگر تاریخ معیّن پر مَوْلُود نہ پڑھا گیا یا قیام نہ ہوا یا بخور[1] و شیرینی کا انتظام نہ ہوا تو ثواب ہی نہ ملا تو بیشک یہ اعتقاد مذموم ہے۔ کیونکہ حدودِ شرعیہ سے تجاوز ہے جیسے عمل مباح کو حرام اور ضلالت سمجھنا بھی مذموم ہے غرض دونوں صورتوں میں تعدّیِ حدود ہے۔

---

[1] وہ چیزیں جو خوشبو کے لئے سلگائی جاتی ہیں دلوبان وغیرہ،

یا فاسد کسی قوم بدعقیدہ کا شعار ٹھہر گیا ہے اس فعل سے وہ استدلال کرتا ہے کہ یہ بھی اُنہی لوگوں میں سے ہے اس لئے ملامت کرتا ہے۔ مثلاً کوئی بزرگ مجلس میں تشریف لاویں اور سب لوگ تعظیم کو کھڑے ہو جاویں ایک شخص بیٹھا رہے تو اس پر ملامت اس وجہ سے کوئی نہیں کرتا کہ تو نے واجبِ شرعی ترک کیا بلکہ اس وجہ سے کہ وضعِ مجلس کی مخالفت کی یا مثلاً ہندوستان میں عموماً عادت ہے کہ تراویح میں جو قرآن مجید ختم کرتے ہیں شیرینی تقسیم کرتے ہیں اگر کوئی شیرینی تقسیم نہ کرے تو ملامت کریں گے مگر صرف اسی وجہ سے کہ ایک رسم صالح کو ترک کیا۔

یا مثلاً بحق کہنا کسی زمانہ میں مخصوص معتزلہ[1] کے ساتھ تھا کوئی ناواقف کسی شخص کو بحق کہتا ہوا سُن کر اِس خیال سے ملامت کرتا کہ یہ شخص بھی اس قسم کا ہے اور اُس سے اُس کے دوسرے عقائد پر اِستدلال کر کے مخالفت کرتا بہرحال صرف ملامت کو دلیل اعتقاد وُجُوب ٹھہرانا مشکل ہے اور فرضاً کسی عامی کا یہی عقیدہ ہو کہ قیام فرض و واجب ہے تو اس سے صرف اُس کے حق میں بدعت ہو جائے گا۔ جن جن لوگوں کا یہ اعتقاد نہیں اُن کے حق میں مباح و مستحسن رہے گا۔ مثلاً بعض مُتشدّدین رَجعتِ قہقری[2] کو ضروری سمجھتے ہیں تو کیا یہ رَجعت سب کے حق میں بدعت ہو جائیں۔

---

[1] ایک پرانا فرقہ جو اس بات کا قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ممکن نہیں۔ [2] اُلٹے پاؤں لوٹنا۔ مطلب یہ ہے کہ بعض حاجی لوگ طوافِ وِدع سے فارغ ہو کر مسجد حرام سے الٹے پاؤں باہر آنے کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں تاکہ مُنہ کعبۂ معظّمہ کی طرف رہے حالانکہ مسجد سے نکلتے وقت یہ بھی جائز ہے کہ آدمی سیدھا چلے مگر بار بار پھر کعبۂ معظّمہ کو حسرت سے دیکھتا رہے۔ بعض لوگ تشدّد پسندی سے پہلی حالت کو ضروری قرار دیتے ہیں حضرت حاجی صاحب کا اشارہ اس طرف ہے کہ جو لوگ اس حالت کو جائز تو سمجھتے ہیں لیکن ضروری قرار نہیں دیتے۔ کیا اُن کے اس فعل کو بھی بدعت قرار دیا جائے گا۔ ہرگز نہیں۔

اور بعض اہل علم صرف جاہلوں کی بعض زیادتیاں دیکھ کر جیسے موضوع روایات پڑھنا وغیرہ وغیرہ جیسا کہ مجالسِ جُہلا میں واقع ہوتا ہے۔ عموماً سب مَوالید پر ایک حکم لگا دیتے ہیں۔ یہ بھی انصاف کے خلاف ہے مثلاً بعض واعظین موضوع روایات بیان کرتے ہیں یا اُن کے وعظ میں بوجہ اختلاط مردوں عورتوں کے کوئی فتنہ ہو جاتا ہے تو کیا تمام مجالسِ وعظ ممنوع ہو جاویں گے۔

ع بہر کیکے تو گلیمے را مسوز[1]

مسئلہ حاضر و ناظر اور حاجی صاحب کی ایمان افروز تحریر

رہا یہ اعتقاد کہ مجلس مَولد میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں، اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے۔ کیونکہ یہ امر ممکن ہے عقلاً و نقلاً، بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے۔ یہ ضعیف شُبہ ہے۔ آپ کے علم و روحانیت کی وُسعت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے۔ اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے علاوہ اس کے اللہ کی قدرت، تو محلِ کلام نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنی جگہ تشریف رکھیں اور درمیانی حجاب اُٹھ جاویں۔ بہر حال ہر طرح یہ امر ممکن ہے۔

اور اس سے آپ کی نسبت، اعتقادِ علم غیب لازم نہیں آتا جو کہ خصائصِ ذاتِ حق سے ہے کیونکہ علمِ غیب وہ ہے جو مقتضائے ذات کا ہے اور جو بَاعلامِ خداوندی ہے وہ ذاتی نہیں بالسّبب ہے وہ مخلوق کے حق میں ممکن بلکہ واقع ہے اور امر ممکن کا اعتقاد شرک و کفر کیونکر

---

[1] ایک پسّو کی وجہ سے اپنا کمبل نہ جلا۔

ہو سکتا ہے! البتہ ہر ممکن کے لئے وقوع ضروری نہیں ایسا اعتقاد کرنا محتاجِ دلیل ہے۔ اگر کسی کو دلیل مل جاوے مثلاً خود کشف ہو جائے یا کوئی صاحبِ کشف خبر دے تو اعتقاد جائز۔ ورنہ بے دلیل ایک غلط خیال ہے غلطی سے رُجوع کرنا اس کو ضرور ہے مگر شرک و کفر کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

پس تحقیق مختصر اس مسئلے میں یہ ہے جو مذکور ہوئی اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفلِ مَولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لُطف و لذّت پاتا ہوں۔ بارہا عمل درآمد جو اس مسئلہ میں رکھنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ ہر گاہ یہ مسئلہ اختلافی اور ہر فریق کے پاس دلائل شرعی بھی ہیں گو قوت و ضعف کا فرق ہو جیسا اکثر مسائل اختلافیہ فرعیّہ میں ہوا کرتا ہے۔ پس خواص کو تو یہ چاہیئے کہ جو ان کو تحقیق ہوا ہو اس پر عمل رکھیں اور دوسرے فریق کے ساتھ بُغض و کینہ نہ رکھیں نہ نفرت و تحقیر کی نگاہ سے اس کو دیکھیں، نہ تفسیق و تضلیل کریں بلکہ اس اختلاف کو مثل اختلافِ حنفی شافعی کے سمجھیں اور باہم ملاقات و مکاتبت و سلام و موافقت و محبّت کی رسوم جاری رکھیں اور تردید و مباحثہ سے خصوصاً بازاریوں کی ہذیانات سے کہ منصب اہل علم کے خلاف ہے، پرہیز رکھیں۔ بلکہ ایسے مسائل میں نہ فتویٰ لکھیں۔ نہ مُہر نہ دستخط کریں کہ فضول ہے۔

اور ایک دوسرے کی رعایت رکھے مثلاً اگر مانع قیام، عامل قیام کی محفل میں شریک ہو جائے تو بہتر ہو کہ اس محفل میں قیام نہ کریں بشرطیکہ کسی فتنہ کا برپا ہونا متحمل نہ ہو اور جو قیام ہو تو مانع قیام بھی اس وقت قیام میں شریک ہو جاوے اور عوام نے جو غُلو اور زیادتیاں کر لی ہیں ان کو نرمی سے منع کریں اور یہ منع کرنا ان کا زیادہ مفید ہو گا۔ جو خود مولد قیام میں شریک ہوتے ہیں اور جو مانع اصل کے ہیں ان کو سکوت مناسب ہے۔ ایسے امور میں مخاطبت ہی نہ کریں اور جہاں ان اُمور کی عادت ہو وہاں مخالفت

نہ کریں جہاں عادت نہ ہو وہاں ایجاد نہ کریں غرض فتنہ سے بچیں۔ قصۂ حطیم[1] اس کی دلیل کافی ہے۔

اور مجوّزین مانعین کے منع کی تاویل کر لیا کریں کہ یا تو ان کو یہی تحقیق ہوا ہوگا یا انتظاماً منع کرتے ہوں گے کہ بعض موقع پر اصل عمل سے منع کرتے ہیں تب غلو سے بچتے ہیں۔ اگرچہ اس وقت میں اکثر یہ تدبیر غیر مفید ہوتی ہے اور جو مانع ہیں وہ مجوّزین کی تجویز کی تاویل کر لیا کریں۔ کہ یا تو ان کو تحقیق یہی ہوا ہے یا غلبۂ محبّت سے یہ عمل کرتے ہیں اور حُسنِ ظن بالمسلمین کی وجہ سے لوگوں کو بھی اجازت دیتے ہیں۔

اور عوام کو چاہیئے کہ جس عالم کو متدیّن و محقق سمجھیں اس کی تحقیق پر عمل کریں اور دوسرے فریق کے لوگوں سے تعرّض نہ کریں خصوصاً دوسرے فریق کے علماء کی شان میں گستاخی کرنا چھوٹا منہ بڑی بات کا مصداق ہے۔ غیبت اور حسد سے اعمالِ حسنہ ضائع ہوتے ہیں۔ ان اُمور سے پرہیز کریں اور تعصّب اور عداوت سے بچیں اور ایسے مضامین کی کتابیں اور رسالے مطالعہ نہ کیا کریں۔ کہ یہ کام علماء کا ہے۔ عوام کو علماء پر بدگمانی اور مسائل پر شُبہ پیدا ہوتا ہے اور اس مسئلہ میں جو تحقیق اور عمل درآمد کیا گیا ہے، کچھ اس مسئلے کے ہی ساتھ مخصوص نہیں۔ نہایت مُفید اور کارآمد مضمون ہے جو اکثر مسائل اختلافیہ خصوصاً جن کا یہاں ذکر ہے اور جو اس کے امثال ہیں، مثل مصافحہ یا معانقہ

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر لوگ کفر کے قریب نہ ہوتے (جو نئے مسلمان ہوتے تھے) تو کعبہ کی عمارت منہدم کر کے نئی عمارت بنواتا اور اس میں حطیم کو بھی شامل کر لیتا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نئے سرے سے بنوایا تھا جس میں حطیم کو بھی شامل کر لیا تھا۔ مگر آپ کے شہید ہونے کے بعد حجاج بن یوسف نے اسے منہدم کر کے کعبۃ اللہ کو سابق طرز پر بنوایا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس دلیل سے یہ ثابت کرنا ہے کہ بعض موقع پر فتنے سے بچنے کے لئے فعل مستحسن بھی ترک کرنا مناسب ہے۔ (ملاحظہ ہو۔ اللؤلؤ والمرجان کتاب الحج)

عیدین یا مصافحہ بعد وعظ و بعد نماز فجر و عصر یا نمازی رہائی پنجگانہ و تکرارِ تہلیل بعد نماز پنجگانہ، دست بوسی و پابوسی اور ان کے سوا بہت امور ہیں، جن میں اس وقت شور و شر پھیل رہا ہے۔ ان سب اُمور میں اس مضمون کا لحاظ رکھنا مُفید ہوگا کہ سب اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔ فاحفظ تنتفع انشاءاللہ تعالیٰ۔

دوسرا مسئلہ: فاتحہ مروّجہ

اس میں بھی وہی گفتگو ہے جو مسئلہ مولد میں مذکور ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس ایصال ثواب بارواح میں کسی کو کلام نہیں اس میں بھی تحقیق و تعیّن کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعثِ تقلید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا بمصلحت نماز میں سورۃ خاص معیّن کرنے کو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے اور تہجّد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے۔

اور تامّل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تو یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا اور دل سے ایصالِ ثواب کی نیّت کر لی متاخّرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیّت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقتِ قلب ولِسان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے کہ "یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے" تو بہتر ہے۔ پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ "اُس" کا مُشارٌ الیہ اگر رُوبرو موجود ہو تو زیادہ اِستحضار (و حضوری) قلب ہو، کھانا رُوبرو دلانے لگے۔ کسی کو خیال ہوا کہ یہ ایک دُعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلامِ الٰہی بھی پڑھا جاوے تو قبولیّت دُعا کی بھی اُمید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جاوے گا کہ جمع بین العبادتین ہے، ع چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دو کار[1]

---

[1] ایک پنتھ دو کاج

قرآن شریف کی بعض سورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں، کسی نے خیال کیا کہ دُعا کے لئے رفع یدین سُنّت ہے، ہاتھ بھی اٹھانے لگے۔ کسی نے خیال کیا کہ کھانا جو مسکین کو دیا جاوے گا، اُس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے۔ پانی پلانا بھی بڑا ثواب ہے، اس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا۔ پس یہ ہیئت کذائیہ حاصل ہو گئی۔ رہا تعیّن تاریخ یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمول ہو اُس وقت وہ یاد آجاتا ہے اور ضرور ہو رہتا ہے اور نہیں تو سال ہا سال گزر جاتے ہیں کبھی خیال بھی نہیں ہوتا۔ اسی قسم کی مصلحتیں ہر امر میں ہیں جن کی تفصیل طویل ہے محض بطور نمونہ تھوڑا سا بیان کیا گیا۔ ذہین آدمی غور کر کے سمجھ سکتا ہے اور قطع نظر مصَالح مذکورہ کے ان میں بعض اسرار بھی ہیں۔ پس اگر یہی مصَالح بنائے تخصیص ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

رہا عوام کا غلوّ اوّلاً اس کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ اس عمل سے کیوں منع کیا جائے۔ ثانیاً اُن کا غلو اہلِ فہم کے فعل میں مؤثر نہیں ہو سکتا۔ لَنَا اَعْمَالُنَا وَ لَکُمْ اَعْمَالُکُمْ[1] رہا شُبہ تشبّہ کا، اس میں بحث از بس طویل ہے۔ مختصر اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ تشبّہ اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ عادت اس قوم کے ساتھ ایسی مخصوص ہو کہ جو شخص وہ فعل کرے اسی قوم سے سمجھا جاوے یا اس پر حیرت ہو اور جب دوسری قوموں میں پھیل کر عام ہو جائے تو وہ تشبّہ جاتا رہتا ہے۔ ورنہ اکثر اُمور متعلق عادات و ریاضات جو غیر قوموں سے ماخوذ ہیں مسلمانوں میں اس کثرت سے پھیل گئے کہ کسی عام درویش کا گھر بھی اس سے خالی نہیں۔

---

[1] ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔

یہ اُمور مذموم نہیں ہو سکتے۔ قِصّۂ تطہیر[1] اہلِ قبا کا اس میں کافی حجّت ہے۔ البتہ جو ہیئت عام نہیں ہوئی، وہ مُوجبِ تشبّہ ہے اور ممنوع۔

پس یہ ہیئت مُروّجہ ایصال کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں اور گیارہویں حضرت غوثِ پاک قدس سرّہٗ کی۔ دسواں۔ بیسواں چہلم ششماہی سالانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بُو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور حلوائے شبِ برات اور دیگر طریق ایصالِ ثواب کے اس قاعدے پر مبنی ہیں اور مشرب فقیر اس مسئلہ میں یہ ہے کہ فقیر پابند اس ہیئت کا نہیں ہے مگر کرنے والوں پہ

---

[1] اہل قبا کی طہارت کے قصے سے اس آیت کا مضمون مراد ہے۔ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ۔ ترجمہ (سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰۸) اس میں (مسجد قبا) ایسے لوگ آتے ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ پاک و صاف رہیں اور اللہ (بھی) پاک و صاف رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مسجد کے بیان میں تمہاری طہارت کی جو تعریف کی ہے تو بتلاؤ تو کہ تمہاری طہارت کیسی ہے؟ (یعنی تم طہارت کس طرح کرتے ہو) انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اور کچھ معلوم نہیں ہاں اتنا ضرور ہے کہ ہم نے اپنے پڑوسی یہودیوں کی نسبت جب یہ معلوم کیا کہ وہ پاخانہ سے نکل کر پانی سے پاکی کرتے ہیں ہم نے اسوقت سے اپنا وطیرہ یہی بنا لیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ سوال عدیم بن عدی رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ طبرانی اور ابن ماجہ وغیرہ میں بھی تقریبًا یہی مضمون ملتا ہے۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ یہ حدیث کی عبارت بھی درج ہے۔ قال فھو ذالک فعلیکموہ یعنی انصار کا جواب سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس وہ یہی بات ہے پس تم پر لازم ہے کہ تم ایسا کرو یعنی پانی سے استنجا ضرور کیا کرو۔ غرض متعدد روایات سے ثبوت ملتا ہے کہ پانی سے استنجا کرنے کی عادت اغیار کی تھی جسے جماعت انصار نے اپنایا اور چونکہ یہ عادت انصار میں عام ہو گئی تھی لہٰذا کوئی تشبیہ تشبّہ کا باقی نہیں رہا۔ بلکہ ان کے اس فعل کو پسند کیا گیا حالانکہ استنجا کیلئے صرف ڈھیلوں کے استعمال کا حکم تھا۔ یہ ہے تشریح اہل قبا کی طہارت کے قصہ کی۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہاں مقصد یہ ہے کہ سب چیزیں اصولی طور پر منع نہیں ہیں۔ ہاں ضرورت سے زیادہ پابندی بُری ہو سکتی ہے۔ اگر ان میں ریا اور تصنع پیدا ہو جائے یا بے جا اصراف کیا جائے تو اصلاح ضروری ہے،

انکار نہیں کرتا اور جو عمل در آمد اس مسئلہ میں رکھنا چاہیئے یعنی دونوں فریقوں کا
باہم مل جل کر رہنا اور مباحثہ وقیل و قال نہ کرنا اور ایک دوسرے کو وہابی، بدعتی
نہ کہنا اور عوام کو غلو اور جھگڑوں سے منع کرنا یہ سب بحث مولد میں گزر چکا۔

تیسرا مسئلہ: عرس اور سماع

لفظ عرس ماخوذ اس حدیث سے ہے، نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ[1]
یعنی بندۂ صالح سے کہا جاتا ہے کہ عروس کی طرح آرام کر کیونکہ موت، مقبولانِ
الٰہی کے حق میں وصالِ محبوبِ حقیقی ہے اس سے بڑھ کر کون عروسی ہو
گی۔ چونکہ ایصالِ ثواب بروحِ اموات مستحسن ہے خصوصاً جن بزرگوں
سے فیوض و برکات حاصل ہوئے ہیں ان کا زیادہ حق ہے۔ پھر اپنے
پیر بھائیوں سے ملنا موجب ازدیادِ محبت و تزائد برکات ہے اور نیز
طالبوں کا یہ فائدہ ہے کہ پیر کی تلاش میں مشقت نہیں ہوتی۔ بہت
سے مشائخ رونق افروز ہوتے ہیں۔ ان میں جس سے عقیدت ہو اس
کی غلامی اختیار کر لے۔ اس لئے مقصود، ایجادِ رسمِ عرس سے یہ تھا کہ
سب سلسلے کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہو جائیں۔ باہم ملاقات بھی
ہو جائے اور صاحبِ قبر کی روح کو قرآن و طعام کا ثواب بھی پہنچایا
جائے۔ یہ مصلحت ہے تعیّن یوم میں۔

رہا خاص یومِ وفات کو مقرر کرنا اس میں اسرارِ مخفیہ ہے۔ ان کا اظہار
ضروری نہیں، چونکہ بعض طریقوں میں سماع کی عادت ہے اس لئے
تجدید حال اور ازدیادِ ذوق و شوق کے لئے کچھ سماع بھی ہونے لگا۔
پس اصل عرس کی اس قدر ہے اور اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔

[1] ترمذی، ابواب الجنائز

بعض علمائے نے بعض حدیثوں سے بھی اس کا استنباط کیا ہے۔ رہ گیا شبہ
حدیث لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا کا، سو اس کے صحیح معنی یہ ہیں
کہ قبر پر میلہ لگانا اور خوشیاں کرنا، زینت اور آراستگی و دھوم دھام کا
اہتمام، یہ ممنوع ہے کیونکہ زیاراتِ مقابر واسطے عبرت اور تذکرۂ
آخرت کے ہے۔ نہ غفلت اور زینت کے لئے۔ اور یہ معنی نہیں
کہ کسی قبر پر جمع ہونا منع ہے ورنہ مدینۂ طیّبہ میں قافلوں کا جانا واسطے زیارت
روضۂ اقدس کے بھی منع ہوتا وَھٰذَا بَاطِلٌ۔ پس حق یہ ہے کہ زیاراتِ
مقابر انفراداً و اجتماعاً دونوں طرح جائز و ایصالِ ثواب، قرائت و طعام
بھی جائز اور تعیّن تاریخ بمصلحت جائز سب مل کر بھی جائز۔ رہا یہ شبہ
کہ وہاں پکار کر سب قرآن شریف پڑھتے ہیں اور آیہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ
فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا[1] کی مخالفت ہوتی ہے۔ سو اوّلاً تو علمائے نے
لکھا ہے کہ خارج نماز کے یہ امر مستحبات کے لئے ہے۔ ترک
مستحب پر اتنا شور و غل نامناسب ہے۔ ورنہ لوگوں کا مکاتیب میں
پڑھنا بھی ممنوع ہوگا۔ دوسرے کسی کو بھی تحقیق ہو کہ یہ وجوبِ عام ہے
تو اصل عمل کے منع کرنے سے یہ بہتر ہے کہ یہ امر تعلیم کر دیا جائے
یہی جواب ہے۔ سوئم میں قرآن پکار کر پڑھنے کا البتہ جس مجلس میں
امور منکرہ مثل رقص مروج و سجدۂ قبور وغیرہ ہوں اس میں شریک
نہ ہونا چاہیئے۔

رہا مسئلہ سماع کا یہ بحث از بس طویل ہے جس کا خلاصہ یہ
ہے کہ مسئلہ اختلافی ہے، سماع محض میں بھی اختلاف ہے جس میں تحقیق
کا یہ قول ہے کہ اگر شرائطِ جواز مجتمع ہوں اور عوارض مانع مرتفع ہوں تو جائز

[1] سورۂ اعراف، آیت نمبر ۲۰۴۔ ترجمہ: اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔

ہے ورنہ ناجائز۔ کما فصلہ الامام الغزالی رحمۃ اللہ علیہ اور سماع بالآلات میں بھی اختلاف ہے بعض لوگوں نے احادیثِ منع کی تاویلیں کی ہیں اور نظائرِ فقہیہ پیش کئے ہیں۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ سماع میں اس کا ذکر فرمایا ہے مگر آداب و شرائط کا ہونا باجماع ضروری ہے جو اس وقت میں اکثر مجالس میں مفقود ہے مگر تاہم، ؏

خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد[1]

بہرحال وہ حدیث خبرِ واحد ہے اور محتملِ تاویل۔ گویا تاویل بعید ہے اور غلبۂ کمال کا بھی اِحتمال موجود۔ ایسی حالت میں کسی پر اعتراض کرنا ازبس دُشوار ہے۔ مشرب فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مُرشد کی رُوح مبارک کو ایصالِ ثواب کرتا ہوں۔ اوّل قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہِ گاہِ اگر وقت میں وُسعت ہوئی تو مولَد پڑھا جاتا ہے۔ پھر ماحضر کھانا کھلا دیا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے اور زوائد اُمور فقیر کی عادت نہیں۔ نہ کبھی سماع کا اتفاق ہوا نہ خالی، نہ بالآلات۔ مگر دل سے اہل حال پر کبھی اعتراض نہیں کیا۔

ہاں جو محض ریاکار مدعی ہو وہ بُرا۔ اگر یقین اس کی کہ فلاں شخص ریاکار ہے بلا حجّتِ شرعیّہ نادرست ہے اس میں بھی عملدرآمد فریقین کا یہی ہونا چاہیئے جو اُوپر مذکور ہوا کہ جو لوگ نہ کریں اُن کو کمال اتباعِ سُنّت کا شائق سمجھیں جو کریں ان کو اہل محبّت میں سے جانیں اور ایک دوسرے پر انکار نہ کریں جو عوام کے غلو والے ہوں اُن کا لُطف و نرمی سے انسداد کریں۔

---

[1] اللہ تعالیٰ نے پانچوں انگلیاں ایک سی نہیں بنائیں۔

چوتھا مسئلہ: ندائے غیر اللہ

اس میں تحقیق یہ ہے کہ نِدا سے مقاصد و اغراض مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی محض اظہارِ شوق، کبھی تحسُّر، کبھی منادی کو سُنانا، کبھی اس کو پیغام پہنچانا۔ سو مخلوق غائب کو پُکارنا اگر محض واسطے تذکر اور شوق وصال اور حسرت فراق کے ہے جیسے عاشق اپنے محبوب کا نام لیا کرتا ہے اور اپنے دل کو تسلّی دیا کرتا ہے اس میں تو کوئی گناہ نہیں مجنُوں کا قصّہ مثنوی میں مذکور ہے:-

دید مجنوں را یکے صحرا نورد ؛ در بیابان غمش بنشستہ فرد
ریگ کاغذ بود انگشتاں قلم ؛ می نمودے بہر کس نامہ رقم
گفت اے مجنوں شیدا چیست ایں ؛ می نویسی نامہ بہر کیست ایں
گفت مشق نام لیلیٰ میکنم ؛ خاطرِ خود را تسلّی می دہم[1]

ایسی نِدا صحابہ سے بکثرت روایات میں منقول ہے۔ کما لایخفی علی المتبحر المتسع النظر۔ اور اگر مخاطب کا اسماع یعنی سُنانا مقصود ہے تو اگر تصفیۂ باطن سے منادی کا مشاہدہ کر رہا ہے تو بھی جائز ہے اور اگر مشاہدہ نہیں کرتا لیکن سمجھتا ہے کہ فلاں ذریعہ سے اس کو یہ خبر پہنچ جاوے گی اور وہ ذریعہ ثابت بالدلیل ہو تب بھی جائز ہے مثلاً ملائکہ کا درود شریف حضورِ اقدس میں پہنچانا احادیث سے ثابت ہے۔ اس اعتقاد سے کوئی شخص اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ کہے کچھ مضائقہ نہیں اور اگر

---

[1] ترجمہ۔ کسی صحرا نورد نے مجنوں کو دیکھا کہ اپنے غم و حُزن کی ویران دنیا میں تنہا بیٹھا ہوا ہے۔ ریت کاغذ ہے اور اُنگلیاں قلم۔ کسی کو خط لکھ رہا ہے۔ پوچھا گیا کہ اے مجنوں شیدا! یہ سب کیا ہے۔ کس کے لئے یہ خط نویسی ہو رہی ہے۔ کہنے لگا کہ میں تو لیلیٰ کے نام کی مشق کر رہا ہوں اور اس طرح اپنے دل کو تسکین دے رہا ہوں۔

نہ مشہود ہو۔ نہ پیغام پہنچانا مقصود ہو۔ نہ پیغام پہنچانے کا کوئی ذریعہ دلیل سے موجود ہو، وہ ندا ممنوع ہے۔ مثلاً کسی ولی کو دُور سے ندا کرنا، اس طرح اس کو سُنانا منظور ہے اور روبرو نہیں۔ نہ ابھی تک اس شخص کو یہ امر ثابت ہوا کہ ان کو کسی ذریعہ سے خبر پہنچے گی یا ذریعہ متعیّن کیا مگر اس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں یہ اعتقاد افترا علی اللہ اور دعویٰ علم غیب ہے بلکہ مشابہ شرک کے ہے۔ مگر بے دھڑک اس کو کفر و شرک کہنا جرأت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اگر اس بزرگ کو خبر پہنچا دے، ممکن ہے اور ممکن کا اعتقاد شرک نہیں اگرچہ چونکہ امکان کو وقوع لازم نہیں اس لئے ایسی نداآلاعینی کی اجازت نہیں ہے۔

البتہ جو ندا النص میں وارد ہے مثلاً یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ۔ وہ بالاتفاق جائز ہے اور یہ تفصیل حق عوام میں ہے اور جو اہل خصوصیت ہیں اُن کا حال جُدا ہے اور حکم بھی جُدا کہ ان کے حق میں یہ فعل عبادت ہو جاتا ہے۔ جو خواص میں سے ہو گا خود سمجھ لے گا بیان کی حاجت نہیں۔ یہاں سے معلوم ہو گیا حکم وظیفہ "یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ"، کا لیکن اگر شیخ کو مُتصرّفِ حقیقی سمجھے تو مُنجرّ اِلَی الشرک ہے۔ ہاں اگر وسیلہ و ذریعہ جانے یا ان الفاظ کو بابرکت سمجھ کر خالی الذہن ہو کر پڑھے، کچھ حرج نہیں یہ تحقیق ہے اس مسئلہ میں۔

اب بعض علماً اس خیال سے کہ عوام فرقِ مراتب نہیں کرتے اس ندا سے منع کرتے ہیں، ان کی نیّت بھی اچھی ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (الحدیث)، مگر مصلحت یوں ہے کہ ندا کرنے والا سمجھ دار ہو تو اس پر حُسنِ ظن کیا جاوے اور جو محض عامی جاہل ہو تو اس سے دریافت کیا جاوے۔ اگر اس کے عقیدے میں کوئی خرابی ہو تو اس کی اصلاح کر دی جائے اور کسی وجہ سے اصل عمل سے منع کرنا مصلحت ہو، بالکل روک دیا جائے۔ لیکن

ہر موقع پر اصل عمل سے منع کرنا مفید نہیں ہوتا۔

بہت یاد رکھنے کی بات

ایک بات کہ وہ بھی بہت کار آمد ہے یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عملِ فاسد میں مبتلا ہو اور یہ قرائنِ قویّہ سے یقین ہو کہ یہ شخص اصل عمل کو ترک نہ کرے گا۔ تو اس موقع پر نہ تو اصل عمل کے ترک کرنے پر اس کو مجبور کرے کہ بجز فساد و عناد کوئی ثمرہ نہیں۔ نہ اس کو بالکل مُہمل و مُطلقُ العنان چھوڑ دے کہ شفقت اور اخوّتِ اسلامی کے خلاف ہے بلکہ اصل عمل کی اجازت دے کر، اس میں جو خرابی ہو اس کی اصلاح کر دے کہ اس میں اُمیدِ قبول اَغلب ہے حق سُبحانہٗ تعالیٰ کا حکم ہے اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ الآیہ[1] اور رسوم جاہلیت کے شیوع[2] کے جو احکام شرعیہ مقرر ہوئے ہیں ان میں غور کرنے سے اس قاعدے کی تائید ہوتی ہے۔ مَشرب اس فقیر کا یہ ہے کہ ایسی ندا میرا معمول نہیں ہاں بعض اشعار میں ذوق و شوق سے صیغۂ ندا برتا گیا اور عملدر آمد وہی رکھنا چاہیئے جو اوپر تین مسئلوں میں مذکور ہوا۔

پانچواں مسئلہ: جماعت ثانیہ

مسجدوں میں ایک جماعت کے بعد دوسری جماعتیں کرنا

یہ مسئلہ سلف سے مختلف فیہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کراہت و امام ابو یوسف سے بعض شرائط کے ساتھ جواز منقول ہے اور ترجیح و تصحیح دونوں جانب موجود ہے۔ اس میں بھی گفتگو کو طول دینا، نازیبا ہے کیونکہ جانبین کو گنجائش عمل ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ

---

[1] سورۂ نحل، آیت نمبر ۱۲۵ ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ، پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے، [2] اشاعت

دونوں قول میں یوں تطبیق دے دی جاوے کہ اگر جماعت اُولیٰ کاہلی اور سُستی سے فوت ہو گئی ہے اور جماعت ثانیہ میں شرکت سے منع کرنا اس شخص کے لئے موجب زجر و تنبیہ[1] ہوگا تو اس کے لئے جماعت ثانیہ کی کراہیت کا حکم کیا جائے اور قائلین بالکراہیت کی تعلیل، تقلیل جماعت اُولیٰ سے یہی معلوم ہوتا ہے اور اگر کسی معقول عُذر سے پہلی جماعت رہ گئی تو دوسری جماعت کے ساتھ پڑھنا، تنہا پڑھنے سے بہتر ہے یا کوئی شخص ایسا لا اُبالی ہے کہ جماعت ثانیہ سے منع کرنا اُس کے حق میں کچھ بھی مُوجب زجر نہ ہوگا بلکہ تنہا پڑھنے کو غنیمت سمجھے گا کہ جلدی سے چار ٹکریں مار کر رُخصت ہوگا، ایسے شخص کو منع کرنے سے کیا فائدہ۔ بلکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے کسی قدر تعدیل و اطمینان سے ادا کرے گا۔ عملدرآمد اس مسئلہ میں بھی ایسا ہی رکھنا چاہیئے کہ ہر فریق دوسرے فریق کو عمل بالدلیل کی وجہ سے محبوب رکھے اور جہاں جماعت ثانیہ نہ ہوتی ہو وہاں تنہا پڑھ لے خواہ مخواہ جماعت نہ کرے اور جہاں ہوتی ہو وہاں شریک ہو جاوے مخالفت نہ کرے۔

یہ پانچ مسئلے عملی تھے۔ اب دو مسئلے علمی باقی رہ گئے ہیں، وہ مرقوم ہیں:

چھٹا و ساتواں مسئلہ: اِمکانِ نظیر و اِمکانِ کذب

ان دونوں مسئلوں کی تحقیق تفصیلی کا سمجھنا، موقوف علم حقائق پر ہے اور ازبس دقیق ہے۔ مگر مُجملاً دو چیزوں کا اعتقاد رکھنا چاہیئے ایک اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ دوسرے سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے مثل خلف القول و اخبار غیر واقع وغیرھما، ان سب سے پاک ہے۔ رہا یہ تحقیق کرنا کہ کون

[1] ڈانٹ ڈپٹ۔

چیز مفہوم شے میں داخل ہے کہ اس پر قادر کہا جائے اور کون چیز عیب و نقصان سے ہے کہ اس سے تنزیہہ کیا جائے۔ سو جس جگہ دلائل متعارض ہوں، وہاں اس تحقیق کے ہم مکلّف نہیں بلکہ بوجہ نازک ہونے ایسے مسائل کے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہیں قیل و قال اور زیادہ تفتیش کرنا، عجب نہیں کہ منع ہو۔ دیکھیئے تقدیر کا مسئلہ چونکہ پیچیدہ و مجمع اَشکالات تھا اس میں گفتگو کرنے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر سخت ممانعت فرمائی۔ سو اس ممانعت کی عِلّت یہی دِقّت و اشکال ہے سو ان دو مسئلوں میں بھی جب بوجہ تعرّضِ ظاہری اَدِلّہ عقلیہ و نقلیہ کے اشکال شدید ہے تو قیل و قال کرنے کی کیسے اجازت ہوگی۔ اسی مضمون کا خواب فقیر کے ایک متعلق نے دیکھا جس کو فقیر نے بہت پسند کیا اس سے بہتر کوئی عمل درآمد نہیں اور جو طبع آزمائی کے لئے گفتگو ہی کرنا ضرور ہے تو زبانی خلوت میں ہو اور اگر تحریر کی حاجت ہو تو خط کافی ہے نہ کہ رسالے اور کتابیں اور اگر اسی کا شوق ہے تو عربی عبارت ہونی چاہیئے تاکہ عوام خراب نہ ہوں اور عوام کے لئے تو بالیقین سکوت ہی ضروری ہے۔ الحمدللہ جو کچھ لکھنا تھا۔

مُہر

(حضرت حاجی صاحب)

قصیدہ قاسمی

ثنا کر اس کی اگر حق سے کچھ لیا چاہیے   تو اس سے کہہ اگر اللہ سے ہے کچھ درکار
فلک پہ سب سہی پر ہے نہ ثانیٔ احمد   زمین پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمدی سرکار
فلک پہ عیسیٰ و ادریس ہیں تو خیر سہی   زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمد مختار
گناہ کیا ہے اگر کچھ گنہ کئے میں نے   تجھے شفیع کہے کون اگر نہ ہوں بدکار
ترے محاظ سے اتنی تو ہو گئی تخفیف   بشر گناہ کریں اور ملائک استغفار
یہ ہے اجابت حق کو تری دعا کا لحاظ   قضائے مبرم و مشروط کی سنیں نہ پکار
اگر جواب دیا بیکسوں کو تونے بھی   تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استفسار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا   بنے گا کون ہمارا ترے سوا غمخوار
رجاؤ خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ   جو تو ہی ہاتھ لگائے تو ہوئے بیڑا پار

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند

یا محمد مصطفٰے فریاد ہے   یا رسول کبریا فریاد ہے

فتاویٰ رشیدیہ جلد اوّل صفحہ ۸۸
مصنفہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی

قابل مطالعہ کتابیں
عمدۃ الاصول (فن حدیث پر ایک علمی کتاب)
علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی
خصائص رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اردو)
مولانا یٰسین اختر مصباحی
کتاب العقائد (پاکٹ سائز)
حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی
القول الجلی
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
حقیقت بیعت
امام احمد رضا قادری
بزرگوں کے عقیدے
مفتی جلال الدین احمد امجد
امام اور مقتدی جماعت کے لیے کب کھڑے ہوں
مفتی سید شاہد علی قادری
عظمت والدین
مفتی نظام الدین رضوی
مشعل ہدایت
امام احمد رضا قادری
اسلامی تعلیم
مفتی جلال الدین احمد امجدی
الارشاد (میلاد شریف پر ایک علمی و تحقیقی کتاب)
حضرت علامہ محمد عالم آسی امرتسری
انگوٹھے چومنے کا مسئلہ
امام احمد رضا قادری
اطیب البیان
حضرت سید محمد نعیم الدین مراد آبادی
بہار شباب
علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی
احکام رمضان المبارک
علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی
مصحف بیدم
حضرت بیدم شاہ وارثی
جدید بنکاری اور اسلام
مفتی نظام الدین رضوی
مسلم کتابوی
دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور
فون: 7225605